© rasailojaraid.com

بحث ونظر

کفارت کی شرعی حیثیت

(۲)

مولانا ولی اللہ مجید قاسمی

۳۔ پیشہ

کسی بھی شخص کے لیے اپنی تمام ضروریاتِ حیات کو بذات خود انجام دینا مشکل بلکہ ناممکن ہے، ان کی تکمیل کے لیے بہت سے افراد کے تعاون کی ضرورت ہے۔ اس مقصد سے کاموں کو باہم تقسیم کر دیا گیا ہے، لیکن یہ تقسیم عزت وذلت کے اصول پر مبنی نہیں ہے، بلکہ جس طرح سے قبیلہ اور خاندان کی تقسیم تعارف کے لیے ہے اسی طرح سے کاموں کی تقسیم ضروریاتِ انسانی کی تکمیل کے لیے ہے، کوئی پیشہ باعثِ فخر ہے نہ سببِ ننگ و عار۔ ہر وہ پیشہ جو حلال اور جائز ہو شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ ہے بلکہ رزقِ حلال کی تلاش مقصود ہو، متعلقین کے حقوق کی ادائیگی پیشِ نظر ہو اور اللہ کی رزاقیت پر اعتماد ہو تو یہ عین عبادت ہے۔

اسلام نے کسبِ معاش کو بڑی اہمیت دی ہے، اور جائز حدود میں رہتے ہوئے ہر طرح کے پیشے کو درست قرار دیا ہے، چنانچہ فقہ حنفی کے مشہور فقیہ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

المذهب عند جمهور الفقهاء إن المكاسب كلها في الإباحة سواء[۹۳]	جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ تمام ذرائعِ معاش مباح ہونے میں یکساں ہیں۔

خصوصاً ہنر اور دست کاری کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، چنانچہ حضرت مقدام بن معدیکربؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

ما اكل احدٌ طعامًا قطّ خيرًا من ان يأكل من عمل يدهٖ وانّ	اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی بھی کمائی نہیں ہے اور اللہ کے نبی داؤدؑ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نبی اللہ داؤدؑ کان یاکل من عمل یدہ[۹۴] اپنے ہاتھوں کی کمائی سے کھاتے تھے۔

اور حضرت رافع بن خدیجؓ سے روایت ہے کہ ایک مجلس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول کون سی کمائی سب سے عمدہ ہے: آپؐ نے ارشاد فرمایا:

عمل الرجل بیدہ وکل — اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور سچائی اور
بیع مبرور[۹۵] — دیانت داری سے کاروبار کرنا۔

آپؐ نے سینگی لگانے جیسے بظاہر گھٹیا پیشے کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

نعم العبد الحجّام، یذھب — سینگی لگانے والا کتنا اچھا آدمی ہے
بالدم ویخفّ الصلب ویجلو — جو بدن سے خراب خون کو نکال دیتا ہے،
عن البصر[۹۶] — ریڑھ کو ہلکا اور آنکھ کی روشنی کو بڑھا دیتا ہے

بہت سے پیشے ایسے ہیں جن کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبیوں کو ان کی تعلیم دی تھی۔ چنانچہ حضرت داؤدؑ کے متعلق تو قرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں زرہ بنانے کی صنعت سکھائی تھی "وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ" (الانبیاء: ۸۰) اور حضرت زکریاؑ کے متعلق صحیح مسلم میں ہے کہ وہ بڑھئی کا کام کرتے تھے وکان زکریا نجاراً[۹۷]

انبیاء کے بعد سب سے معزز اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ جماعت صحابہ کرام کی ہے۔ ان کی طرف متعدد ایسے پیشے منسوب ہیں جنھیں عام طور پر آج کے بگڑے ہوئے ماحول میں اچھا نہیں سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ بہت سے صحابہ کرام کے متعلق صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ وہ سلائی اور بنائی وغیرہ کیا کرتے تھے[۹۸]

ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہؓ چمڑے بنانے کا کام کرتی تھیں۔ اسی لیے وہ ازواجِ مطہرات میں مالی اعتبار سے سب سے خوش حال تھیں[۹۹] ایسے ہی ام المومنین حضرت زینبؓ چمڑے کی دباغت اور سلائی کیا کرتی تھیں اور اس سے حاصل شدہ آمدنی کو اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات کر دیا کرتی تھیں[۱۰۰]، ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے متعلق منقول ہے کہ وہ دھاگا کاتنے کا کام کرتی تھیں، بلکہ دیگر عورتوں میں بھی بننے اور کاتنے کا عام رواج تھا[۱۰۱]۔ اور کپڑے کی بنائی عربوں کے پیشوں میں سے ایک اہم پیشہ اور ذریعۂ معاش تھی، لیکن کسی بھی پیشہ کو حقیر اور گھٹیا سمجھنے کا تصور نہ تھا اور نہ اس کی وجہ سے شادی بیاہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں کوئی رکاوٹ پیدا ہوتی تھی۔

ان روایتوں کی بنیاد پر امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ پیشہ کی وجہ سے کسی کو کسی پر فضیلت اور برتری حاصل نہیں ہے۔ نہ کوئی پیشہ فخر و غرور کا ذریعہ ہے اور نہ کوئی ہنر باعثِ ننگ و عار، بلکہ تمام پیشے برابر ہیں، اس لیے ان میں کفاءت کا اعتبار نہیں ہے، اور امام مالکؒ کے متعلق گزر چکا ہے کہ وہ صرف دین داری میں کفاءت کا اعتبار کرتے ہیں، امام احمد بن حنبلؒ اور امام محمدؒ کا بھی ایک قول یہی ہے، شوافع اور امام احمدؒ اور محمدؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ پیشہ میں بھی کفاءت کا اعتبار کیا جائے گا۔ لہٰذا جو شخص کسی حقیر اور گھٹیا سمجھے جانے والے پیشے سے متعلق ہو وہ کسی اچھے پیشہ سے منسلک شخص کا کفو نہیں ہو سکتا ہے، امام ابویوسفؒ کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے[۱۰۲] ان حضرات کی دلیل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب یہ حدیث ہے:-

العرب بعضهم اکفاء لبعض، قبیلة بقبیلة، ورجل برجل، والموالی لبعضهم اکفاء لبعض، قبیلة بقبیلة، ورجل برجل، الاحائك او حجام[۱۰۳]	عرب ایک دوسرے کے کفو ہیں ایک خاندان دوسرے خاندان کا اور ایک شخص دوسرے شخص کا اور عجم آپس میں کفو ہیں ایک خاندان دوسرے خاندان کا اور ایک شخص دوسرے شخص کا، سوائے کپڑا بننے والے اور سینگی لگانے والے کے۔

اس حدیث پر محدثین نے بڑی سخت جرح کی ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ اس روایت کو امام حاکمؒ اور بیہقیؒ وغیرہ نے متعدد سندوں سے نقل کیا ہے لیکن کوئی بھی سلسلۂ سند جرح سے خالی نہیں ہے۔ چنانچہ امام حاکمؒ نے جس سند سے حدیث روایت کی ہے اس کا ایک راوی مجہول ہے۔ کچھ نہیں معلوم کہ وہ کون صاحب ہیں اور امام بیہقیؒ نے جس سند سے روایت کی ہے اس کے ایک راوی عمران بن ابی فضل کے متعلق علامہ ابن حبانؒ کا کہنا ہے کہ وہ ثقہ لوگوں کی طرف نسبت کر کے موضوع حدیث روایت کرتا تھا، اس کی روایتوں کا لکھنا جائز نہیں ہے، ابن معینؒ اور نسائیؒ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے اور ابن عدیؒ کہتے ہیں کہ اس کی حدیثوں کا ضعیف ہونا بالکل واضح ہے، اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور ابو حاتمؒ کا خیال ہے کہ "ھو منکر الحدیث ضعیف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جد ۶"۔ امام دارقطنیؒ نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے لیکن سلسلۂ سند کے ایک راوی "بقیہ" کو ضعیف کہا گیا ہے اور دوسرے راوی محمد بن فضل پر بھی جرح کی گئی ہے[۱۰۴]

اس طرح اس حدیث کی کوئی بھی سند نقد سے خالی نہیں ہے، اسی لیے محدثین کا یہاں تک خیال ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ

الحديث شاذ لا يؤخذ فيما تعم به البلوى[۱۰۵]	بکثرت پیش آنے والے معاملہ میں اس شاذ حدیث سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

اور مشہور ناقد حدیث ابن ابی حاتمؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے اس روایت کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا یہ بالکل جھوٹی، باطل اور بے اصل روایت ہے اور علامہ ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر اور موضوع ہے[۱۰۶]

بعض حضرات کا خیال ہے کہ اگرچہ پیشہ میں کفارت سے متعلق احادیث پر نقد کیا گیا ہے لیکن متعدد اور مختلف سندوں سے منقول ہونے کی وجہ سے ان میں مضبوطی آجاتی ہے، بالفاظِ دیگر روایت درجۂ حسن تک پہونچ جاتی ہے اور اس سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ حدیث میں کفادت کی کچھ اصل ہے، نیز نفسِ کفارت حدیث سے ثابت ہے، لہٰذا عرف و عادت اور حالات کے اعتبار سے اس کی تفصیل کو ثابت کیا جا سکتا ہے اور عرف و معاشرہ میں جس چیز کو باعث حقارت سمجھا جاتا ہو اس میں کفارت کا اعتبار کیا جائے گا چونکہ معاشرہ میں کچھ پیشوں کو حقیر اور کچھ کو اچھا سمجھنے کا رجحان ہے لہٰذا اس میں بھی کفادت شرط ہے[۱۰۷]

اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ محدثین کا یہ اصول کہ متعدد سندوں سے منقول ہونے کی وجہ سے ضعیف حدیث میں قوت آجاتی ہے اس سے مراد وہ ضعف ہے جو سوء حفظ وغیرہ کی وجہ سے لاحق ہو، اور اگر راوی کے فسق یا جھوٹ کی وجہ سے حدیث کو ضعیف قرار دیا گیا ہے تو اس کی موافقت کی وجہ سے حدیث قوی نہیں ہو سکتی ہے، چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی تدریب وتقریب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

هذا اذا كان ضعفه لسوء حفظ الراوى الصدوق الامين

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

أو لإرسال أو تدليس أو جهالة حال، ولو كان لفسق الراوي أو كذبه فلا يؤثر فيه موافقة مثله له ولا يرتقي بذلك إلى الحسن[۱۱۸]

رہی بات عرف و عادت کی تو یہ ذہن نشین رہے کہ ہر وہ چیز جو لوگوں کے درمیان رائج ہو جائے اور لوگ اس کے عادی اور خوگر ہو جائیں شریعت اسے سندِ جواز نہیں فراہم کر دیتی، کیونکہ اس طرح تو شریعت کی عمارت ہی منہدم ہو جائے گی، شریعت میں اس عرف و رواج کا اعتبار ہے جو اس کی روح اور مزاج سے متصادم نہ ہو، نیز وہ قرینِ عقل ہو اور ذوقِ سلیم اسے قبول کرے۔ عام طور پر جن پیشوں کو ذلیل اور گھٹیا سمجھا جاتا ہے ان میں شرعی اور عقلی اعتبار سے کوئی قباحت اور برائی نہیں ہے۔ غور فرمائیے کہ کپڑا بُننے اور سینے سلانے میں کون سی برائی ہے، جس کی وجہ سے اسے گھٹیا سمجھا جائے؟ لوہاری اور بڑھئی کے پیشہ کو فروتر سمجھنے کی کون سی عقلی اور شرعی وجہ ہے؟ جوتا بنانے اور ٹانکنے کو آخر معیوب کیوں سمجھا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف تجارت اور زراعت کے باعثِ فخر ہونے کی کون سی شرعی اور عقلی بنیاد ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی پیشہ کو کمتر سمجھنا بگڑے ہوئے ذہن کی پیداوار ہے اور شریعتِ اسلامیہ میں اس کے جواز کی گنجائش نہیں ہے چنانچہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں:۔

> جائز پیشہ کی بنا پر کسی کو ذلیل سمجھنا اسلامی احکام اور اسلامی تعلیم کے خلاف ہے، مسلمانوں میں یہ مرض ہندوستان میں ہندوؤں کے اختلاط کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور بدقسمتی سے اس درجے تک پہونچ گیا ہے جس درجے میں ہندوؤں میں ہے اور اس نے اسلامی وحدت کو پاش پاش کر دیا ہے[۱۱۹]

اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:۔

> عرب میں مختلف آدمی مختلف صنعتیں اختیار کرتے تھے۔ کسی صنعت کو حقیر یا ذلیل نہیں سمجھا جاتا تھا اور پیشہ اور صنعت کی بنیاد پر کسی شخص کو کم یا زیادہ نہ سمجھا جاتا تھا، نہ پیشوں کی بنیاد پر کوئی برادری بنتی تھی، پیشوں کی بنیاد پر برادریاں بنانا اور بعض پیشوں کو بحیثیتِ پیشہ حقیر و ذلیل سمجھنا یہ ہندوستان میں ہندوؤں کی پیداوار ہے اور ان کے ساتھ رہنے سہنے سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلمانوں میں یہ اثرات قائم ہو گئے ہیں [۱۰]

پیشے میں کفارت کے قائلین کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ بذاتِ خود کوئی پیشہ باعثِ عزت وذلت نہیں ہے، البتہ بعض پیشوں کی کچھ خاصیات وتاثیرات ہیں جو اربابِ بصیرت اور اہلِ تجربہ سے پوشیدہ نہیں ہیں اور ان خاصیات کی وجہ سے لازمی طور پر اچھے یا برے اخلاق کا ظہور ہوتا ہے، مثلاً جو شخص مُردوں کو نہلانے اور دفن کرنے وغیرہ کا پیشہ کرتا ہے عموماً تجربہ سے ثابت ہے کہ اس کا قلب سخت ہو جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ پیشہ کی وجہ سے عزّت وذلت نہیں، بلکہ ان خصوصیات کی وجہ سے ہے جو ان پیشوں کی وجہ سے لازماً پیدا ہو جاتی ہیں [۱۱]

اس دلیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیشہ میں کفارت کا اعتبار دراصل کسی کی دینی اور اخلاقی حالت کا اعتبار ہے، لہٰذا اگر کوئی ان پیشوں میں جنھیں عام طور پر گھٹیا سمجھا جاتا ہے، مشغول ہوتے ہوئے بھی تقویٰ اور طہارت اور اچھے اخلاق سے متصف ہے تو اسے حقیر نہیں سمجھا جائے گا اور وہ ایسے شخص کا کفو بن سکتا ہے جو اس سے اچھے پیشہ کو اختیار کیے ہوئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اکثر فقہی کتابوں میں اس مسئلہ کو بڑے اہتمام سے بیان کیا گیا ہے کہ ظالم حکمرانوں کے ماتحت کام کرنے والے سب سے زیادہ ذلیل ہیں [۱۲] اور علامہ عینی لکھتے ہیں کہ قصاب کے پیشہ میں ایک طرح کی پستی ہے لیکن اس کی وجہ سے قصاب میں کوئی کمی پیدا نہیں ہوتی ہے اگر وہ دین دار ہو [۱۳] سوال یہ ہے کہ کیا عملی دنیا سے بھی اس کا کوئی تعلق ہے؟ جو لوگ پیشہ میں کفارت کے سلسلہ میں جذباتی ہوتے ہیں، کیا سرکاری اہل کاروں کے ساتھ بھی ان کا یہی طرزِ عمل ہوتا ہے جن کے ظلم وزیادتی اور رشوت خوری کی سابق میں کوئی مثال نہیں ملتی ہے؟ کیا اس مسئلہ میں فقہاء کی تصریحات ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہیں؟

دوسرے یہ کہ جب اصل دارومدار دین داری اور اخلاقی حالت پر ہے تو خود کسی پیشہ کو گھٹیا اور کمتر قرار دے کر شادی بیاہ کے معاملہ میں اسے مستقل حیثیت کیوں دی جاتی ہے؟ کیوں نہ تقویٰ وطہارت اور اخلاقی حالت ہی کو معیار بنایا جائے، کیونکہ اخلاق وکردار کا تعلق نہ تو حسب نسب سے ہے اور نہ کسی پیشہ سے، بلکہ اس کا تعلق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذاتی کسب اور سماجی ماحول سے ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ پیشہ کو ذلیل اور حقیر سمجھنے کا جو خیال برادران وطن کے ساتھ رہنے سہنے کی وجہ سے مسلمانوں میں جڑ پکڑ گیا ہے، اسے ختم کرنے کی کوشش کی جائے، لیکن اگر اس عجمی سوچ اور ہندوانہ فکر کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین قرار دے کر گلے کا ہار بنایا گیا تو غیروں میں اسلام کے تعلق سے غلط پیغام جائے گا کہ یہاں بھی طبقاتی نظام موجود ہے، کچھ لوگ پیدائشی اعتبار سے باعزت ہیں خواہ کردار کے اعتبار سے کتنے ہی پست ہوں اور کچھ دوسرے لوگ حقیر وذلیل ہیں گرچہ وہ اخلاق کے اعلیٰ معیار پر فائز ہوں۔ یہاں خوبیوں کے بجائے نسل اور ذات اور پیشہ کا اعتبار ہے، اور جو لوگ اسلام کے تصورِ مساوات سے متاثر ہو کر اسے قبول کرنا چاہیں گے وہ مسلمانوں کے اس طرزِ عمل کو دیکھ کر پیچھے ہٹ جائیں گے، یہ صرف مفروضہ نہیں، بلکہ واقعات کی دنیا میں آئے دن اس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔

۴۔ خاندانی اسلام

حنفی اور شافعی علماء کے نزدیک عجمیوں میں اسلام لانے میں بھی کفاءت کا اعتبار کیا جائے گا یعنی جو شخص خود مسلمان ہو اور اس کا باپ بھی اسلام قبول کر چکا ہو اس کے برابر وہ شخص نہیں ہو سکتا جو خود تو مسلمان ہو لیکن اس کا باپ کافر ہو اور جس کے باپ، دادا دونوں مسلمان ہوں اس کے برابر وہ شخص نہیں جس کا باپ تو مسلمان ہو مگر دادا کافر ہو، لیکن کوئی شخص دو پشتوں سے مسلمان ہو تو وہ ایسے تمام لوگوں کا کفو ہے جو پشت ہا پشت سے مسلمان ہوں، آگے مزید کوئی درجہ بندی نہیں ہے، امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ کوئی شخص ایک پشت سے مسلمان ہو تو وہ تمام قدیم مسلمان کا کفو ہو سکتا ہے، یعنی ان کے یہاں باپ کا اسلام لانا کافی ہے۔ کفاءت کے لیے دادا کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے۔ شوافع کی دوسری رائے اسی کے مطابق مذکور ہے [۱۱۱]

علامہ ابن ہمامؒ نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے درمیان اختلاف کی وجہ حالات کی تبدیلی ہے، امام صاحب کے عہد میں دادا کا غیر مسلم ہونا باعث

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عیب تھا اور امام ابو یوسفؒ کے وقت میں یہ عیب باقی نہ رہا۔[۱۱۵]

امام احمد بن حنبلؒ اور علماء شوافع کا ایک قول یہ ہے کہ کفاءت کے سلسلہ میں قدیمی مسلمان اور نو مسلم ہونے کا اعتبار نہیں ہے[۱۱۶]۔

واضح رہے کہ یہ اختلاف عجمی مسلمانوں کے تعلق سے ہے۔ اہلِ عرب کے متعلق تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ ان میں اس کفاءت کا اعتبار نہیں ہے، عجم اور عرب میں فرق کی وجہ کیا ہے؟ اس سلسلہ میں قائلینِ کفاءت کا خیال ہے کہ اہلِ عرب بجائے اسلام کے نسب پر فخر کرتے ہیں[۱۱۷] اس کے برخلاف اہل عجم کے پاس نسب محفوظ ہی نہیں ہے لہٰذا وہ نسب پر فخر کرنے کے بجائے اسلام پر فخر کرتے ہیں[۱۱۸] اور اہلِ عجم میں قدیم اور نو مسلم میں فرق کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ نو مسلم کے باپ اور دادا کا غیر مسلم ہونا باعثِ ننگ و عار ہے اس لیے کوئی قدیمی مسلمان اسے اپنی بیٹی دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا ہے۔

قدیم مسلمان اور نو مسلم میں اعتبارِ کفاءت کے لیے مذکورہ دلیل کے سوا کتاب و سنت میں کوئی مضبوط یا کمزور بنیاد موجود نہیں ہے، صحیح روایت تو بہت دور کی بات ہے ضعیف بلکہ کسی موضوع روایت میں اشارۃً بھی اس کا تذکرہ نہیں ملتا ہے، اور نہ کسی صحابی کے قول و عمل ہی سے اس کی طرف رہنمائی ملتی ہے بلکہ اس کے برخلاف دلیل موجود ہے۔ علامہ ابن قدامہؒ بڑے تیکھے انداز میں سوال کرتے ہیں:

فان الصحابة رضی اللہ عنہم	کیونکہ اکثر صحابہ کفر سے اسلام کی طرف
اکثرھم اسلموا وکانوا افضل	آئے تھے اور وہ اس امت کے سب
الامۃ فلایجوز ان یقال	سے افضل لوگ ہیں تو کیا یہ کہنا درست
انھم غیر اکفاء للتابعین[۱۱۹]	ہوگا کہ وہ تابعین کے کفو نہیں ہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ باپ و دادا کا مسلمان نہ ہونا باعثِ عیب ہے تو یہ بات دادا کی حد تک تسلیم ہے، بلاشبہ کفر ایک عیب ہے بلکہ ہر عیب سے بڑھ کر ہے۔ لیکن جو شخص اس عیب سے فرار اختیار کر کے اسلام کے دامن میں پناہ لے چکا ہے، کیا دامنِ اسلام سے وابستہ ہونے کے باوجود باپ دادا کا یہ عیب اس سے چپکا رہے گا؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسرے یہ کہ اس مسئلہ کے مطابق اگر کوئی شخص مسلمان ہونا چاہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ پہلے سے شادی شدہ ہو اور بیوی کو بھی اسلام پر رضامند کرلے اور ایسا نہ ہو تو پھر کسی غیر مسلم لڑکی کو بھی اپنے ساتھ اسلام لانے پر آمادہ کرے اور پھر رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوجائے۔ اس کے علاوہ کوئی تیسری شکل نہیں ہے کیونکہ تمام قدیم مسلمان اپنے سماج اور سوسائٹی کو دیکھتے ہوئے بلکہ ایک شرعی حق کی بنیاد پر اس سے رشتہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔

کیا یہ اسلام لانے کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے، کیا ان زبردست مشکلات کے باوجود کوئی شخص اسلام کی طرف راغب ہوسکتا ہے؟ نیز ہماری دعوتی پوزیشن کیا ہوگی؟ کیا ہمارے پاس اس اہم سماجی اور معاشرتی مسئلہ کے لیے کوئی حل ہے؟

سچ تو یہ ہے کہ نسب، پیشہ اور خاندانی اسلام میں کفاءت قبولِ اسلام کی راہ میں پہاڑ بن کر حائل ہے، کتنے افراد نہیں بلکہ کتنے خاندان اور آبادیاں اس کی وجہ سے اسلام سے محروم رہ گئیں، وہ قبولِ اسلام کے لیے ذہنی طور پر تیار تھے لیکن عدمِ مساوات کی ان چٹانوں نے انھیں راستہ تبدیل کرنے پر مجبور کردیا، جب انھیں معلوم ہوا کہ اسلام میں نظریاتی طور پر تو مساوات ہے لیکن مسلمانوں میں عملی طور پر اونچ نیچ کا تصور موجود ہے تو انھوں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ پچھڑے اور "نیچ" سمجھے جانے والے غیر مسلموں کی ایک بھاری تعداد ذات پات کے نظام سے چھٹکارا حاصل کرکے اسلام کے دامن میں پناہ لینا چاہتی تھی مگر ان کے رہنما ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر نے راستہ کی ان مشکلات کو دیکھ کر رخ تبدیل کردیا۔ ایک موقع پر انھوں نے مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کو مخاطب کرکے موجودہ مسلم معاشرہ کے سلسلہ میں کہا تھا:

> "مولانا! آپ اس الماری میں کتابیں دیکھ رہے ہیں، یہ سب مذہب اسلام اور اسلامیات سے متعلق ہیں۔ میں نے سید امیر علی، عبداللہ یوسف علی اور دوسرے بہت سے مسلم اور غیر مسلم اور اسلام کے اسکالرز کی کتابوں کا توجہ سے مطالعہ کرلیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اصولی طور پر اسلام سماجی جمہوریت اور انسانی مساوات کا داعی و نقیب ہے لیکن ہندوستان میں آپ لوگ "منو" کے ورن آشرم پر عمل پیرا ہیں اور آپ نے اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سماج کو بھی ذات برادری میں تقسیم کر رکھا ہے، میں اگر اسلام قبول کر لیتا ہوں تو آپ مجھے کس خانے میں رکھیں گے۔" [۱۹]

اور جن لوگوں نے راستے کی ان مشکلات کو نظر انداز کر کے منزل پہ نگاہ رکھی وہ بھی منزل پر پہونچنے کے بعد ناآسودہ اور غیر مطمئن ہیں۔ ان کی لڑکیاں بن بیاہی پڑی ہوئی ہیں، ان کے لڑکوں کا رشتہ نہیں مل رہا ہے، حالانکہ نومسلموں کو حقیر اور کمتر سمجھنے اور قدیم مسلمانوں کا غیر کفو قرار دینے کی کوئی عقلی اور شرعی بنیاد نہیں ہے اور اسے نظر انداز کر دینے میں کوئی سماجی قباحت بھی نہیں ہے۔ نابرابری کا یہ تصور ختم ہو جائے اور مسلمان اپنی اصلاح کریں تو اسلام کے پھیلنے کے امکانات بڑھ جائیں گے۔ اسی بنیاد پر جب ایک نومسلم نے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب سے دریافت کیا کہ:

سائل کو مع اہلیہ دینِ اسلام قبول کیے ۲۳ سال ہوئے، اس مدت میں دو لڑکے ہوئے جن کی عمر ۱۷-۱۹ سال کی ہے، ان کی شادی کے لیے مسلمانوں میں پیام بحیثیت مسلمان ہونے کے دیا گیا تو بعض حضرات جن کو اپنی علمیتِ دینی کا دعویٰ ہے فرماتے ہیں کہ نومسلم کی اولاد کا نومسلم کی اولاد سے رشتہ ہونا چاہیے، چنانچہ اس فتوے سے شادی کا لعدم ہو گئی۔

تو حضرت مفتی صاحب نے یہ جواب دیا کہ:۔

نومسلم کی اولاد کی شادی ہر مسلمان کی اولاد سے ہو سکتی ہے، یہ بات نہیں ہے کہ نومسلم کی اولاد کی شادی نومسلم کی اولاد کے ساتھ ہو، جو مسلمان یہ کہتا ہے کہ نومسلم کی اولاد کی شادی نومسلم کی اولاد سے ہی ہونا چاہیے وہ جاہل اور اسلامی احکام سے ناواقف ہے۔ شریعتِ مقدسہ اسلامیہ نے ہر مسلمان کو خواہ وہ موروثی مسلمان ہو یا نومسلم، بھائی بھائی قرار دیا ہے اور ہر مسلم و نومسلم ایک دوسرے سے مناکحت کا رشتہ کر سکتے ہیں، کوئی ممانعت نہیں، جو مسلمان اپنے نومسلم بھائی کو رشتہ دے گا وہ دہرے ثواب کا مستحق ہوگا۔ [۲۰]

۵۔ مالداری

حضرت فاطمہ بنتِ قیسؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عرض کیا: معاویہ بن ابوسفیان اور جہم نے مجھ سے نکاح کا پیغام دیا ہے۔ آپ کا اس سلسلہ میں کیا مشورہ ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوجہم تو مارنے پیٹنے والے آدمی ہیں اور معاویہ نادار اور مفلوک الحال ہیں، تم اسامہ سے نکاح کرلو۔[۱۲۱]

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کی غربت اور ناداری کی بنیاد پر ان سے نکاح کا مشورہ نہیں دیا، اور ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیاوی زندگی میں مال کی اہمیت کی وضاحت یوں فرمائی کہ نسب ہی کی طرح مالداری بھی دنیا والوں کی نگاہ میں باعثِ عزوشرف ہے: ارشاد فرمایا: ان احساب اهل الدنیا المال[۱۲۲] (دنیا والوں کا حسب نسب مال ہے)

ان احادیث کی بنیاد پر فقہاء احناف اور شوافع کا خیال ہے کہ مالداری میں بھی کفاءت کا اعتبار ہے، امام احمدؒ سے بھی ایک روایت اسی کے مطابق منقول ہے، لیکن مالداری کے لیے بس اتنا کافی ہے کہ آدمی اتنی رقم کا مالک ہو کہ مہر فوراً ادا کرسکے اور بیوی کا خرچ اٹھانے پر قادر ہو بلکہ امام ابویوسفؒ کے نزدیک تو صرف نفقہ کی ادائیگی پر قادر ہونا کافی ہے گرچہ وہ مہر ادا کرنے کی پوزیشن میں نہ ہو۔[۱۲۳]

بعض لوگوں نے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی طرف یہ خیال منسوب کیا ہے کہ معاشی لحاظ سے مرد و عورت کی سطح ایک ہونی چاہیے یا بہت معمولی فرق ہو۔ اس لیے نفقہ و مہر پر قدرت کے باوجود کوئی شخص ایسی عورت کا کفو نہیں ہوسکتا ہے جس کی معاشی سطح اس سے بہت بلند ہو۔[۱۲۴]

اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ سماج میں مالدار کو وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور لوگ اس پر فخر کرتے ہیں اور مفلسی و ناداری کو باعثِ عار خیال کیا جاتا ہے، امام ابویوسفؒ کی رائے اس کے برخلاف ہے وہ اس کا اعتبار نہیں کرتے کیونکہ مال ایک آنی جانی چیز ہے جس کو قرار نہیں[۱۲۵] نیز یہ کہ اگرچہ لوگ فقر کو معیوب سمجھتے ہیں لیکن اللہ کی نگاہ میں باعثِ شرف و عزت ہے، اسی لیے آنحضورؐ دعا کرتے تھے کہ:

اللهم احيني مسكينا — اے اللہ! مجھے مسکینوں کی زندگی

وامتني مسكينا[۱۲۶] — اور مسکینی کی موت عطا فرما۔

لیکن ابن ہمامؒ وغیرہ نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور محمدؒ کی طرف اس قول کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نسبت غیر یقینی ہے، کیونکہ کتب ظاہر روایت میں اس کا تذکرہ نہیں ہے ۔ اسی لیے علامہ عینیؒ نے اس قول کے بارے میں لکھا ہے کہ لیس بشئی [۱۲۴] (یہ معتبر نہیں ہے) اور امام سرخسیؒ نے کہا ہے کہ زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ کثرتِ مال کا اعتبار نہیں ہے [۱۲۵]

جن لوگوں نے مال داری اور خوش حالی میں کفاءت کا اعتبار کیا ہے ان کے پیش نظر بس اتنی بات ہے کہ کسی مالدار اور خوش حال شخص کو ایسے آدمی سے اپنی لڑکی کا رشتہ نہیں کرنا چاہیے جو بالکل قلاش، بے صلاحیت اور کاہل ہو کیونکہ اس کی وجہ سے زندگی کی گاڑی کا چلنا ہی مشکل ہو جاتا ہے، لیکن اگر کسی شخص میں اتنی صلاحیت ہے کہ وہ کما کر بیوی کا خرچ اٹھا سکتا ہو گرچہ نکاح کے وقت اس کے پاس کچھ بھی موجود نہ ہو تو اس سے رشتہ جوڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ایسا شخص مالدار عورت کا کفو ہو سکتا ہے، چنانچہ ابن ہمامؒ نے مجتبیٰ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

الصحیح انه اذا کان قادراً علی النفقة علی طریق الکسب کان کفاً، ومعناه منقول عن ابی یوسف قال اذا کان قادراً علی ایفاء ما یعجل لها بالید ویکتسب ما ینفق لها یوماً بیوم فهو کفو والا لا یکون کفاً [۱۲۶]	صحیح یہ ہے کہ جو شخص کما کر خرچ اٹھا سکتا ہے وہ کفو ہوگا، اسی طرح کی بات امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ جو شخص عورت کو رواج کے مطابق مہر کا کچھ حصہ فوراً دے سکتا ہے اور روزانہ کی کمائی سے خرچ اٹھا سکتا ہے تو وہ کفو ہے ورنہ نہیں۔

۶۔ عیوب سے محفوظ ہونا

شادی سے پہلے ہی مرد میں کوئی عیب ہو لیکن اس نے عورت یا اس کے سرپرستوں کو آگاہ نہ کیا ہو یا شادی کے بعد اس میں کوئی عیب پیدا ہو جائے تو دونوں صورتوں میں عورت عدالت میں نکاح ختم کرنے کے لیے اپیل کر سکتی ہے، جن عیوب کی وجہ سے عورت کو یہ حق حاصل ہوگا وہ درج ذیل ہیں:

(۱) پاگل پن (۲) کوڑھ (۳) سیاہ وسفید داغ (۴) خصی ہونا (۵) عضوِ تناسل کا کٹا ہوا ہونا۔ (۶) نامردی وغیرہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام مالکؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مذکورہ تمام عیوب کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا حق ملے گا، امام ابوحنیفہؒ کا خیال ہے کہ ان میں سے صرف پانچویں اور چھٹے عیب کی وجہ سے عورت فسخ کا مطالبہ کرسکتی ہے، امام محمدؒ کے نزدیک مذکورہ ان دو عیبوں کے ساتھ پاگل پن، سیاہ و سفید داغ اور کوڑھ بھی شامل ہے[۱۳۰]۔ بلکہ بعض فقہی عبارتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام محمدؒ کے یہاں اس کا دائرہ زیادہ وسیع ہے۔ ان کے نزدیک مرد میں ایسا کوئی عیب ہو کہ اس کی وجہ سے عورت کے لیے اس کے ساتھ رہنا مشکل ہو رہا ہو تو بھی وہ فسخ کا مقدمہ دائر کرسکتی ہے۔ چنانچہ زیلعی لکھتے ہیں:

وقال محمد ترد المرأة اذا	امام محمد نے کہا کہ مرد میں کوئی کھلا
کان بالرجل عیب فاحش	ہوا عیب ہو جس کی وجہ سے عورت
لا تطیق المقام معه،	اس کے ساتھ رہ نہ سکتی ہو تو اسے
لانها تعذر علیها الوصول	نکاح ختم کرنے کا حق ہے، کیونکہ اس
الی حقها لمعنی فیه فکان	کی وجہ سے عورت کو اپنا حق حاصل کرنا
کالجب والعنة[۱۳۱]	مشکل ہوگا، تو اس طور پر یہ آلہ تناسل
	کٹے ہوئے ہوتے اور نامردی کے حکم میں ہوگا۔

جنون کے سلسلہ میں فقہی کتابوں میں صراحت ہے کہ فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے[۱۳۲]۔ مذکورہ عیوب کے بارے میں کسی عورت کو پہلے سے علم ہو لیکن اس کے باوجود سرپرستوں کی اجازت کے بغیر اس مرد سے شادی کرلے تو امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک سرپرستوں کو اعتراض کا حق ہوگا اور اس بنیاد پر وہ عقدِ نکاح ختم کرسکتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان عیوب سے محفوظ ہونا ان کے نزدیک کفاءت میں شامل ہے[۱۳۳]۔ اس لیے کسی مرد میں مذکورہ عیوب میں سے کوئی عیب ہو تو وہ کسی ایسی عورت کا کفو نہیں ہوسکتا ہے جو اس مرض سے پاک ہو، اس کے برخلاف حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک عیوب سے محفوظ ہونے میں کفاءت کا اعتبار نہیں ہے[۱۳۴]۔ لہٰذا کوئی عورت سرپرست کی اجازت کے بغیر کسی عیبی اور مریض سے نکاح کرلیتی ہے تو ان کو اس بنیاد پر نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ البتہ جنون کے سلسلہ میں بعض حنفی فقہاء کا خیال ہے کہ اس میں بھی کفاءت کا اعتبار ہے، چنانچہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں کہ جنون کے سلسلہ میں متقدمین سے کچھ منقول نہیں ہے اور بعد کے لوگوں میں اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے[135] اور ابن نجیم مصریؒ لکھتے ہیں کہ پاگل کسی عقل مند عورت کا کفو ہو سکتا ہے تاہم اس مسئلہ میں مشائخ کے درمیان اختلاف ہے[136] علامہ ابن عابدین شامیؒ نے ابن نجیمؒ کی اس رائے پر نقد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

قال فی النھر وقیل یعتبر لانہ یفوت مقاصد النکاح فکان اشد من الفقر ودناءۃ الحرفۃ، وینبغی اعتمادہ لان الناس یعیرون بتزویج المجنون اکثر من دنی الحرفۃ الدنیئۃ وفی البنایۃ عن المرغینانی لا یکون المجنون کفوًا للعاقلۃ[137]

نہر نامی کتاب میں ہے کہ بعض لوگوں کی رائے کے مطابق عقل میں کفاءت کا اعتبار ہے، کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو مقاصدِ نکاح ہی باقی نہیں رہیں گے۔ لہٰذا عقل میں کفاءت فقر اور پیشہ کی کفاءت سے بڑھ کر ہے اور اس قول پر اعتماد کرنا چاہیے کیونکہ لوگ پاگل سے رشتہ کرنے کو گھٹیا پیشہ والے کے رشتہ سے زیادہ باعثِ عار سمجھتے ہیں، اور بنایہ میں مرغینانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ پاگل کسی عقل مند عورت کا کفو نہیں ہے۔

اور علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ نے بھی لکھا ہے :-

ولولیہا منعہا من نکاح المجذوم والابرص والمجنون[138]

عورت کے سرپرستوں کو کوڑھی، سفید داغ والے اور پاگل سے نکاح کرنے سے روکنے کا حق حاصل ہے۔

۷۔ آزادی

غلامی کی حالت میں کسی باندی کی شادی کر دی جائے تو آزاد ہونے کے بعد اسے اختیار رہے کہ سابق نکاح کو باقی رکھے یا ختم کر دے، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، کیونکہ صحیح حدیث میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ بریرہ نامی ایک باندی کا نکاح مغیث نام کے ایک غلام سے ہوا تھا اور جب وہ آزاد ہوئیں تو اللہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اب آزاد ہو، چاہو تو سابق نکاح کو باقی رکھو یا ختم کردو[139]

لیکن ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ کفاءت سے غیر متعلق ہے کیونکہ کفاءت کا اعتبار ابتدائے عقد میں ہوتا ہے، عقد ہو جانے کے بعد کفو یا غیر کفو ہونے کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ یہ اختیارات کے قبیل سے ہے۔ یعنی حالتِ غلامی کی شادی میں باندی کی پسند و اختیار کو کوئی دخل نہیں ہوتا ہے بلکہ آقا کی مرضی اور صواب دید پر منحصر ہے، اس لیے جب آزاد ہوتی ہے تو اسے سابق معاملہ پر نظر ثانی کا اختیار دیا جاتا ہے۔ اس لیے امام مالکؒ بھی اس کے قائل ہیں[140]، اور اسی لیے عام طور پر فقہاء آزادی میں کفاءت سے اسے مراد بھی نہیں لیتے ہیں گرچہ بطور دلیل اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے، بلکہ آزادی میں کفاءت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی غلام چاہے وہ حالتِ غلامی میں ہو یا آزاد کر دیا گیا ہو کسی آزاد عورت کا کفو نہیں ہو سکتا ہے، اور ایسے ہی کوئی آزاد غلام اس عورت کا کفو نہیں ہو سکتا ہے جو خود تو آزاد ہو لیکن باپ غلام ہو، یا مرد آزاد ہے مگر اس کا باپ غلام تھا تو وہ ایسی عورت کا کفو نہیں ہو سکتا ہے جو خود بھی آزاد ہو اور اس کا باپ بھی، اور جس عورت کے باپ و دادا دونوں آزاد ہوں اس کا کفو وہ مرد نہیں ہو سکتا ہے جس کا دادا غلام ہو گرچہ وہ اور اس کا باپ آزاد ہو گویا کہ خاندانی اسلام کے سلسلہ میں جو تفصیل ہے وہ یہاں بھی ہے اور جو اختلاف وہاں مذکور ہوا وہ اس مسئلہ میں بھی ہے[141]

۸۔ وجاہت

فقہاء احناف نے کفاءت میں "حسب" کا بھی اعتبار کیا ہے، بلکہ "حسب" اس قدر اہم ہے کہ صاحب حسب کسی شریف النسب کا کفو ہو سکتا ہے بلکہ کوئی شریف النسب بدکردار ہے تو صاحبِ حسب کفاءت کے اعتبار سے اس سے بڑھ جائے گا، اس کی حیثیت اور وقعت اس درجہ ہے کہ اس کی وجہ سے نسب کی کمتری اور پیشہ کی دنارت وغیرہ کی تلافی ہو جاتی ہے[142]

"حسب" سے کیا مراد ہے اس سلسلہ میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے، بعض حضرات کا رجحان ہے کہ حسب اچھے اخلاق کو کہا جاتا ہے، الحسب مکارم الاخلاق[143]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ "حسب" دینداری کا نام ہے "ویقال حسبہ دینہ"[۱۴۴] صدر الاسلام فرماتے ہیں کہ جاہ وحشمت اور عہدہ ومنصب کے مالک صاحبِ حسب کہلائیں گے[۱۴۵]

لیکن فقہاء نے اس کے ذیل میں جو مسائل لکھے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ "حسب" سے مراد علمی وجاہت اور دینداری ہے، چنانچہ امام ابویوسفؒ سے منقول ہے کہ:۔

ان الذی اسلم بنفسہ	جس شخص نے خود سے اسلام قبول کیا
اوعتق اذا احرز من الفضائل	ہو یا آزاد ہوگیا ہو وہ اگر اپنی فضیلتوں
ما یقابل بہ نسب الآخر	کی وجہ سے شریف النسب کے معیار
کان کفوا لہ[۱۴۶]	پر پہنچ گیا ہو تو اس کا کفو ہو سکتا ہے۔

اور علامہ ابن ہمامؒ قاضی خاں کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔

قالوا الحسیب یکون	فقہاء کہتے ہیں کہ صاحبِ حسب،
کفوا للنسیب فالعالم العجمی کفو للجاھل	شریف النسب کا کفو ہوگا، اس لیے
العربی والعلویۃ لان شرف العلم	عجمی عالم عربی جاہل اور علوی کا کفو ہے،
فوق شرف النسب[۱۴۷]	کیونکہ علم کا شرف نسب کے شرف سے بڑھ کر ہے۔

اور علامہ ابن عابدین شامیؒ کا بیان ہے کہ:

کان شرف العلم اقوی	علم کا شرف نسب کے شرف سے
من شرف النسب بدلالۃ	قوی ہے، قرآن کریم کی آیت سے ہی
الآیۃ[۱۴۸]	معلوم ہوتا ہے۔

جو لوگ علمِ دین کے مقابلے میں نسب کو ترجیح دیتے ہیں ان کی تردید کرتے ہوئے علامہ شامی بڑے تیکھے انداز میں سوال کرتے ہیں:

وکیف یصح لاحد ان یقول ان	کسی کے لیے یہ کہنا کیسے درست ہوگا
مثل ابی حنیفۃ او الحسن البصری و	کہ ابوحنیفہ اور حسن بصری وغیرہ جیسے غیر عربی
غیرھما ممن لیس بعربی انہ لایکون	کسی جاہل قریشی یا اپنے پاؤں پر پیشاب
کفوا لبنت قرشی جاھل اولبنت عربی بوال	کرنے والے عربی کے کفو نہیں ہیں۔
علی عقبیہ[۱۴۹]	

فقہاء کی ان تصریحات کے بعد کہ علمی شرافت سے پیشہ کی کمتری کی تلافی ہو جاتی ہے[۱۵۰]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا کسی کے لیے یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ جولاہے اور کھال پکانے والے .... اگر عالم بھی ہو جائیں تو بھی شرفاء کے کفو نہیں ہو سکتے ہیں[۱۵۱]

سچ تو یہ ہے کہ معیارِ فضیلت وہ علم دین ہی ہے جو ہمدوشِ عمل ہو، اس کے سامنے ہر فضیلت ہیچ ہے، مگر انسانوں میں باہم فرق کیا جا سکتا ہے تو اسی وجہ سے چنانچہ ارشاد ربانی ہے :-

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (الزمر: ۹)	کیا وہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے، دونوں برابر ہیں۔

ایک اور جگہ فرمایا:

يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (المجادلہ: ۱۱)	اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جن کو علم عطا ہوا درجے بلند کرتا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

الناس معادن کمعادن الذهب والفضة، خيارهم في الجاهلية خيارهم في الاسلام اذا فقهوا[۱۵۲]	لوگ سونے اور چاندی کے کانوں کی طرح ہیں۔ ان میں سے جو زمانۂ جاہلیت میں اچھے کردار کے حامل تھے وہ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی ویسے ہی ہوں گے، بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔

”حسب“ سے متعلق فقہی عبارتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ کفاءت میں اصل حیثیت اسی کی ہے، اس کے علاوہ بقیہ چیزیں بنیادی حیثیت سے کفاءت میں شامل نہیں ہیں بلکہ حالات اور معاشرتی رواج پر مبنی ہیں اگر حالات و عادات بدل جائیں تو ان کی حیثیت میں بھی تبدیلی ہو جائے گی، چنانچہ عجمیوں میں نسبی اعتبار سے کفاءت غیر معتبر ہونے کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ یہ چیز ان میں باعثِ فخر نہیں ہے، اور اہلِ عجم میں پیشہ میں کفاءت کے مسئلہ پر فقہاء نے بصراحت لکھا ہے کہ:

ان الموجب هو استنقاص اهل العرف فيدور	پیشہ میں کفاءت کا اعتبار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرف بعض پیشوں کو باعثِ نقص

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معہ خیال کرتے ہیں۔

اسی بنیاد پر علامہ ابن ھمامؒ نے لکھا ہے کہ اسکندریہ میں بُنائی کے پیشہ کو اچھا سمجھا جاتا ہے۔ یہ وہاں باعثِ نقص نہیں ہے لہٰذا وہاں بنائی کرنے والا دوا فروش کا کفو ہو سکتا ہے۔[۱۵۳]

ایسے ہی خاندانی اسلام میں کفاءت کے سلسلہ میں علامہ کاسانی نے لکھا ہے کہ :

ایسی جگہ جہاں قریبی زمانہ میں اسلام پھیلا ہو اور وہاں نو مسلم ہونا باعث عار اور عیب نہ سمجھا جاتا ہو تو وہاں آپس میں ایک دوسرے کے کفو ہو سکتے ہیں۔[۱۵۴]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب چیزیں معاشرتی مصالح پر مبنی ہیں اور تمام تر دار و مدار عرف و رواج پر ہے، اب بدلتے ہوئے معیار اور قدروں کا تقاضا ہے کہ ان چیزوں میں کفاءت کا خیال نہ رکھنا چاہیے کہ اس سے بڑی خرابی یہاں پیدا ہو رہی ہیں۔ سب سے بڑی خرابی تو یہ ہے کہ اس کی وجہ سے غیر مسلموں میں غلط پیغام جا رہا ہے۔ دوسرے اس کی وجہ سے مسلمانوں میں اونچ نیچ کا تصور عام ہو رہا ہے جو صراحتاً اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں میں ایک طرح طبقاتی کشمکش بھی ہے۔ اس کے ذریعے اسلام دشمن عناصر مسلمانوں کے درمیان نفرت کی دیوار کھڑی کرنے اور انھیں مختلف خانوں میں بانٹ کر بے اثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنی اس کوشش میں بہت حد تک کامیاب بھی ہیں، نیز یہ کہ برادری اور پیشہ وغیرہ میں برابری کی تلاش میں نہ معلوم کتنی لڑکیاں بن بیاہی پڑی رہ جاتی ہیں، یا اسے برادری کے ایسے شخص کے پلے باندھ دیا جاتا ہے جو تعلیم، اخلاق و کردار، رہن سہن کے اعتبار سے اس سے فروتر ہوتا ہے، حالانکہ ان کی نگاہ میں ایسا لڑکا بھی ہوتا ہے جو تعلیم، معیارِ زندگی، اخلاق و کردار کے اعتبار سے ان کے معیار پر پورا اترتا ہے اور لڑکی بھی ذہنی اعتبار سے اس سے وابستہ ہوتی ہے مگر خاندانی نخوت کی وجہ سے اس رشتہ سے انکار کر دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے آئے دن آشنا کے ساتھ فرار، کورٹ میرج بلکہ خودکشی تک کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔

حواشی

۱۵۳۔ المبسوط ۲۵۸/۳۰

۱۵۴۔ صحیح بخاری ۲۷۸/۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۹۵ھ مسند احمد، بزار، معجم طبرانی کبیر بحوالہ جمع الفوائد ۱/۲۴۲
۹۶ھ سنن ابن ماجہ ۲/۲۷۲ باب الطب، تحقیق مصطفیٰ الاعظمی، سنن ترمذی ۲/۲۶ کتاب الطب، وحسنہ
۹۷ھ صحیح مسلم کتاب الفضائل
۹۸ھ دیکھئے صحیح بخاری ۱/۲۸۰
۹۹ھ الاصابۃ ۴/۲۷۸
۱۰۰ھ حوالہ مذکور ۴/۳۱۷
۱۰۱ھ نبی رحمت /۲۴۹
۱۰۲ھ دیکھئے المبسوط ۵/۲۵، فتح القدیر ۳/۱۹۲ روضۃ الطالبین ۷/۸۱ المغنی ۶/۴۸۵
۱۰۳ھ السنن الکبریٰ ۷/۱۳۴ وغیرہ
۱۰۴ھ دیکھئے نصب الرایہ ۳/۱۹۷، الدرایۃ ۲/۶۳ نیل الاوطار ۶/۱۲۸، سبل السلام ۳/۱۲۸، ارواء الغلیل ۶/۲۶۸
۱۰۵ھ المبسوط ۵/۲۵
۱۰۶ھ نصب الرایۃ ۳/۱۹۷، الدرایۃ ۲/۶۳ وغیرہ
۱۰۷ھ دیکھئے فتح القدیر ۲/۱۸۹
۱۰۸ھ ردالمحتار ۱/۹۰
۱۰۹ھ کفایت المفتی ۱/۲۶۵
۱۱۰ھ معارف القرآن ۷/۲۶۲
۱۱۱ھ نہایات الارب /۱۴ و ۳۹
۱۱۲ھ فاما اتباع الظلمۃ فاخسّ من الکلّ ۔ الدرالمختار: ۴/۲۱۶
۱۱۳ھ وان ذلک لاینقصہ ولا یسقط شہادتہ ان کان عادلا۔ عمدۃ القاری
۱۱۴ھ الہدایہ، ۲/۳۰۰، ردالمحتار ۴/۲۱۱، روضۃ الطالبین ۷/۸۱
۱۱۵ھ فتح القدیر ۳/۱۹۱
۱۱۶ھ لانہم لا یتفاخرون بہ، وانما یتفاخرون بالنسب، ردالمحتار، ۴/۲۱۱
۱۱۷ھ فقد ضیّعوا انسابہم ومفاخرتہم بالاسلام، العنایۃ علی حاشیہ فتح القدیر ۳/۱۹۱
۱۱۸ھ المغنی ۶/۴۸۵
۱۱۹ھ ہندوستانی معاشرے میں مسلمانوں کے مسائل/۲/۴۲۔۳۴۱ از ڈاکٹر اشفاق محمد خاں
۳۲۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۲۰ھ کفایت المفتی ۲۲۱/۵

۱۲۱ھ صحیح مسلم ۴۸۴/۱

۱۲۲ھ السنن الکبریٰ ۱۳۶/۷

۱۲۳ھ دیکھئے الہدایۃ ۳۰۰/۲، المغنی ۴۸۵/۶، روضۃ الطالبین ۸۲/۷ واضح رہے کہ فقہ شافعی میں اصح یہ ہے کہ مالداری میں کفارت غیر معتبر ہے، امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے (حوالہ مذکور)

۱۲۴ھ حتی ان الفائقۃ فی الیسار لا یکافئہا القادر علی المہر والنفقۃ، الہدایۃ ۳۰۰/۲

۱۲۵ھ لانہ لا ثبات لہ اذ المال غاد ورائح، حوالہ مذکور

۱۲۶ھ سنن ترمذی ۵۸/۲ کتاب الزہد، سنن ابن ماجہ ۳۹۶/۲ حدیث صحیح (تعلیق الالبانی) نیز دیکھئے المبسوط ۲۵/۵، المغنی ۴۸۵/۶

۱۲۷ھ رمز الحقائق ۲۲۲/۱

۱۲۸ھ المبسوط ۲۵/۵

۱۲۹ھ فتح القدیر ۱۹۲/۳ امام نووی شافعی لکھتے ہیں کہ ان المعتبر الیسار بقدر المہر والنفقۃ فاذا ایسر فہو کفو لصاحبۃ الالوف روضۃ الطالبین ۸۲/۷ اور ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں والیسار المعتبر ما یقدر بہ علی الانفاق علیہا حسب ما یجب لہا ویمکنہ اداء مہرھا المغنی ۴۸۵/۶

۱۳۰ھ دیکھئے الہدایۃ ۴۰۱/۲، الشرح الصغیر ۴۶۷/۲، المغنی ۶۵۰/۶، الفقہ علی المذاہب ۱۸۰/۴ وغیرہ

۱۳۱ھ تبیین الحقائق ۲۵/۳

۱۳۲ھ ان کان الجنون حادثا یؤجلہ سنۃ کالعنۃ وان کان مطبقا فہو کالجبّ وبہ ناخذ (الہندیۃ ۱۳۴/۲)

۱۳۳ھ دیکھئے مواہب الجلیل ۵۲/۳ روضۃ الطالبین ۸۰/۷ صیمری اور رویانی وغیرہ کا خیال ہے کہ اندھاپن اور بدہیئتی بھی مانعِ کفاءت ہے۔ نیز کوئی بوڑھا کسی جوان عورت کا کفو نہیں ہے حوالہ مذکور (۸۳/۷-۸۰)

۱۳۴ھ المغنی ۴۸۵/۶

۱۳۵ھ رد المحتار ۲۲۰/۴

۱۳۶ھ البحر ۱۳۴/۳

۱۳۷ھ منحۃ الخالق ۱۳۴/۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۳۸ه المغنی ۶/ ۴۸۵

۱۳۹ه صحیح بخاری، کتاب العتق، باب بیع الولاد وہبتہ۔ امام بخاری نے اسے مختلف مقامات پر روایت کیا ہے۔

۱۴۰ه بدایۃ المجتہد ۲/ ۲۶

۱۴۱ه دیکھئے الہدایۃ مع فتح القدیر والعنایۃ ۱/ ۱۹۱، روضۃ الطالبین ۷/ ۸۰

۱۴۲ه الحسیب یکون کفواً للنسیب فتح القدیر ۳/ ۱۹۰ ۱۴۳ه حوالۂ مذکور

۱۴۴ه حاشیہ چلپی علی تبیین الحقائق ۲/ ۱۲۹

۱۴۵ه البحرالرائق ۳/ ۱۳۰، خوارزمی نے صدرالاسلام کے حوالے سے جو عبارت ذکر کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں الذی لہ جاہ وحرمۃ وحشمۃ الکفایہ مع الفتح ۱۹۲/، جبکہ فتح القدیر اور بحر وغیرہ کے الفاظ یہ ہیں "الذی لہ جاہ وحشمۃ ومنصب"

۱۴۶ه فتح القدیر ۳/ ۱۹۰ ان شرف النسب او العلم یجبر نقص الحرفۃ بل یفوق سائر الحرف، فتح القدیر ۳/ ۱۹

۱۴۷ه فتح القدیر ۳/ ۱۹۰

۱۴۸ه ردالمحتار ۲/ ۲۱۸

۱۴۹ه حوالہ مذکور

۱۵۰ه حوالہ مذکور ۲/ ۲۱۵، واضح رہے کہ حسب سے مراد جاہ حشمت اور منصب ہیں جیسا کہ ابن عابدین شامی نے ردالمحتار اور منحۃ الخالق میں لکھا ہے۔

۱۵۱ه دیکھئے فتاویٰ رضویہ ۳/ ۱۱۷

۱۵۲ه رواہ مسلم، مشکوٰۃ ۱/ ۷۰ کتاب العلم

۱۵۳ه فتح القدیر ۳/ ۱۹۳

۱۵۴ه البدائع ۲/ ۳۱۹

عہدِ نبوی کے غزوات وسرایا

ڈاکٹر رؤفہ اقبال صاحبہ نے اس تصنیف میں اسلام کے نظریۂ جہاد پر اسلامی موقف کی بے لاگ ترجمانی کی ہے اور اس پر کیے جانے والے اعتراضات کا مسکت اور مدلل جواب دیا ہے۔

آفسٹ کی طباعت۔ صفحات ۲۴۷ قیمت ۲۵ روپے

ملنے کا پتا: ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی۔ پان والی کوٹھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲

© rasailojaraid.com